

گریباں چاک محفل سے نکل جاؤں تو کیا ہوگا
تری آنکھوں سے آنسو بن کے ڈھل جاؤں تو کیا ہوگا
جنوں کی لغزشیں خود پردہ دارِ رازِ الفت ہیں
جو کہتے ہو سنبھل جاؤ، سنبھل جاؤں تو کیا ہوگا

مخدوم

(انتخاب کلام مخدوم محی الدینؒ)

سنہ ۱۹۵۳ء

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

طابع

نیشنل پرنٹرس کمپنی علی گڈھ

تعارف

اردو کے نئے شعرا کے کلام کو ارباب ذوق کے سامنے پیش کرنے کی ایک تجویز عرصہ سے انجمن ترقی اردو کے سامنے تھی۔ اب اس پر عمل شروع ہو گیا ہے۔ مقصد یہہ ہے کہ اردو زبان کے نئے شعرا کو ان کے سیاسی امتیازات سے قطع نظر کرکے انجمن کے مطبوعات کے ذریعہ سے سامنے لایا جائے۔ انتخاب کا معیار اتنا اونچا یا سخت نہیں رکھا گیا کہ وہ محض صف اول کے شعرا ھی تک محدود رھے، بلکہ مقصد تو پیچھے کی صفوں کو آگے بڑھا کر زبان کی وسعت میں اضافہ کرنا ہے۔ اسی لئے انتخابات کا یہہ سلسلہ پہلے ملک کے ایسے نوجوانوں سے شروع کیا گیا ہے جن کی شاعری موجودہ حالات کی ترجمان ہے۔ اس وقت تک ہم وجد (حیدرآباد) اور مجروح سلطان پوری کے انتخاب کلام کو کتابچوں کی شکل میں شایع کر چکے ہیں۔ اب مخدوم محی الدین کا ایک انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

مخدوم بحیثیت ایک انسان کے بہت ھی دلکش اور جاذب شخصیت رکھتے ہیں۔ بحیثیت شاعر کے اگر انہیں فنی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اُن کی شاعری میں زبان اور

بند شوں کے بہت سے سقم نظر آئیں گے - لیکن اگر ان کے وجدان کو دیکھا جائے تو وہ فطرتاً شاعر ہیں اور فن کے تصنعات سے الگ رہ کر اپنے دل کے ٹکڑے کاغذ پر رکھدیتے ہیں- آن کی شاعری کے مداحوں کا ایک بڑا حلقہ حیدر آباد میں ھے اور یہہ مداح صرف آن کی شاعری ھی کے نہیں ہیں بلکہ اس معاملہ میں ان کی فطری اوصاف کو بھی بڑا دخل ھے - مخدوم سنہ ۱۹۱۰ ع میں پیدا ہوئے، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد سے ایم-اے کی سند حاصل کی، کچھہ عرصہ تعلیمات میں سرکاری"ملازم رہے لیکن وہ ماحول ان کے لئے موزوں نہ تھا- طالب علمی ھی کے زمانہ میں ان کا تعلق طلبا کی تحریکات سے بہت گہرا رھا- ملازمت ترک کرنے کے بعد وہ مزدوروں کی تحریک میں نمایاں حصہ لینے لگے، ایک مرتبہ سے زیادہ قید و بند کی منزلیں بھی طے کیں- اب وہ حیدر آباد کے ایک ممتاز کمیونسٹ لیڈر اور وھاں کی اسٹیٹ اسمبلی کے رکن ہیں-

ان کا یہہ کلام جس کا انتخاب پیش کیا جارھا ھے زیادہ تر ابتدائی زندگی کا کلام ھے، سیاسی زندگی کی موجودہ کشمکش مین اب تو ایسا معلوم ہوتا ھے کہ گویا یہہ چشمہ خشک ہو گیا!-

اس زمانہ میں جب خالص آرٹ اور شاعری وادب
کے وجدان کی تقسیم بھی سیاسی پیمانوں سے کی جارہی
ہے، بعض دوستوں کو یہہ خیال ہوسکتا ہے کہ کسی
کمیونسٹ کی شاعری کو نمایاں کرنا گویا کمیونزم کا پرچار
کرنا ہے۔ یہہ احساس آرٹ اور ادب کے متعلق ایک
افسوسناک تنگ نظری ظاہر کرتا ہے۔ آرٹ، شاعری
اور ادب کی روح بلاشبہ سیاسی جماعتوں کی تقسیم سے
بالاتر ہے۔ ہمیں تو ادب اور آرٹ کے صاحب نظر
طالبعلموں کو صرف یہہ دکھانا ہے کہ آردو زبان کا یہہ آرٹ
کس کس سمت میں اپنے فطری وجدان کو بڑھائے لئے
جا رہا ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وجد جو بلاشبہ
کمیونسٹ نہیں بلکہ شاید اس مکتب خیال کے خلاف ہیں
اور مخدوم جو کھلے ہوئے کمیونسٹ ہیں دونوں اپنے
اپنے مقام پر اپنے شاعرانہ وجدان سے کیا کام لے رہے
ہیں۔ آردو زبان کے ادب اور انکی شاعری میں
اتنی وسعت ہے کہ وہ ہر مکتب خیال کے احساسات کو
اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ یہی ہمکو دکھانا ہے۔

مخدوم کی پہلی کتاب ”ہوش کے ناخن“ کے نام

ہے انکے ڈراموں کا ایک مجموعہ ہے، دوسری تصنیف
کا موضوع ٹیگور کی شاعری ہے۔ ان دونوں کے بعد انکے
کلام کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے جو شائع ہو چکا ہے۔
اب جو انتخاب پیش کیا گیا ہے اسمیں اس بات کی کوشش
کی گئی ہے کہ انکی شاعری کا ہر رنگ سامنے آجائے۔
انکی شاعری کا مستقبل کیا ہے، میں نہیں کہہ سکتا، اس
لئے کہ اب وہ ایک دوسری دنیا میں ہیں۔ لیکن انکی
شاعری کے ابتدائی شرارے اس دور کی یادگار ہیں
جب ”انگارے“ کی اشاعت سے قدیم ادب کے خلاف
ایک بغاوت شروع ہوئی تھی اور اس نے بعد میں شدت
اور انتہا پسندی کو ترک کرکے توازن حاصل کیا اور
ترقی پسند ادیبوں کا ایک نیا مکتب پیدا کردیا۔ اس
ابتدائی دور کا ایک نمونہ یہہ انتخاب ہے۔ فن کے
معیار پر اسکو نہ جانچئے بلکہ اس زمانہ میں قدیم ماحول
کے خلاف جو چنگاریاں اڑنے لگی تھیں انکی ایک تاریخی
یادگار تصور کیجئے۔

نئے شعرا کو ان انتخابات کے ذریعہ سے پیش کرنے کا
مقصد اس سے زیادہ اور کچھہ نہیں۔

محمد عبدالغفار

شاعر

کچھہ قوس قزح سے رنگ لیا کچھہ نور چرایا تاروں سے
بجلی سے تڑپ کو مانگ لیا کچھہ کیف آڑایا بہاروں سے

بد مست جوانی سے لایا کچھہ بیفکری کچھہ الڑہ پن
پہر حسن جنون پرور سے دی آشفتہ سری اور دل کی دھڑکن

بکھری ہوئی رنگیں کرنوں کو انکھوں سے چن کر لاتا ہوں
فطرت کے پریشان نغموں سے پہر اپنا گیت بناتا ہوں

فردوس خیالی مین بیٹھا ایک بت کو تراشا کرتا ہوں
پہر اپنے دل کی دھڑکن کو پتھر کے دل مین بھرتا ہوں

یقین

تھک کے رہ جاتے ہیں استدلال کے جس جا قدم
ٹوٹ جاتا ہے پہنچ کر جس جگہ منطق کا دم

خواب عقل و ہوش کی مجہول تعبیروں سے دور
فلسفی کی "کس طرح" اور "کیوں" کی زنجیروں سے دور

میرے رہنے کا جہان جاودانی اور ہے
دل کی دنیائے نہاں میں زندگانی اور ہے

خود ترا شیدہ بت نازآفریں میرا وجود
میری ذات پاک معبود جہان ہست و بود

دوسرا کوئی نہیں رہتا جہاں رہتا ہوں میں
اپنے سیلاب خودی میں آپ ہی بہتا ہوں میں

میرے سجدوں کے لئے ہی وقف ہے میری جبیں
میری اقلیم انا میں دوسرا کوئی نہیں

یاد ھے

کھیلتا تھا جب لڑکپن سے ترا رنگیں شباب
ھٹ رھی تھی ماہ عالم تاب کے رخ سے نقاب
زندگی تھی حسن نو آغاز کا رنگین خواب
یاد ھے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ھے ؟

جب کہ ساز زندگی نغمات سے معمور تھا
ذرہ ذرہ میرے دل کی خاک کا جب طور تھا
میں اکیلا ھی نہیں سارا جہان مسرور تھا
یاد ھے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ھے ؟

کھیلتی تھی نوجوانی جب کہ ھاتھوں میں تری
زندگی کی بارشین تھیں جلوہ گاھوں مین تری
رقص کرتی تھیں تمنائیں نگاھوں میں تری
یاد ھے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ھے ؟

ہر ادائے حسن پر ہوتا تھا دل جب بے قرار
جب رہا کرتا ملاقاتوں کا اکثر انتظار
جب طبیعت تجھ سے ملنا چاہتی تھی بار بار
یاد ہے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ہے؟

رات بھر سونے نہ دیتی تھی مسرت عید کی
جبکہ رہتی تھی دلوں میں بے قراری دید کی
ماہتاب عید بن جاتی کرن خورشید کی
یاد ہے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ہے؟

رات آتی تھی سنانے سوز کا پیغام جب
مشق تحریر جنوں بنتا تھا تیرا نام جب
تھا نہ کچھ پیش نظر اس عشق کا انجام جب
یاد ہے وہ نوجوانی کا زمانہ یاد ہے؟

انتظار

رات بھر دیدۂ نمناک میں لہراتے رہے
سانس کی طرح سے آپ آتے رہے جاتے رہے

خوش تھے ہم اپنی تمنا کا جواب آئے گا
اپنا ارمان بر افگندہ نقاب آئے گا

نظریں نیچی کیئے شرمائے ہوئے آئے گا
کاکلیں چہرے پہ بکھرائے ہوئے آئے گا

آ گئی تھی دل مضطر میں شکیبائی سی
بج رہی تھی مرے غم خانے میں شہنائی سی

پتیاں کھڑکیں تو سمجھا کہ لو آپ آ ہی گئے
سجدے مسرور کہ معبود کو ہم پا ہی گئے

شب کے جاگے ہوئے تاروں کو بھی نیند آنے لگی
آپ کے آنے کی ایک آس تھی اب جانے لگی

صبح نے سیج سے اٹھتے ہوئے لی انگڑائی
او صبا تو بھی جو آئی تو اکیلی آئی

میرے محبوب میری نیند اڑانے والے
میرے مسجود میری روح پہ چھانے والے

آ بھی جا تاکہ مرے سجدوں کا ارمان نکلے
آ بھی جا تا ترے قدموں پہ مری جان نکلے

---o---

[۷]

تجھے کیا معلوم

تو نے کس دل کو دُکھایا ہے تجھے کیا معلوم
کس صنم خانے کو ڈھایا ہے تجھے کیا معلوم

ہم نے ہنس ہنس کے تری بزم مین اے پیکر ناز
کتنی آہوں کو چھپایا ہے تجھے کیا معلوم

---o---

قلندر

تری نظروں کی زد کو آسمان والوں سے پوچھوں گا
مکان والوں سے کیا میں لا مکان والوں سے پوچھوں گا

ہنرور کو صلہ صنعت گری کا مل گیا ہوگا
قلندر کی نظر کو دیکھ کر دل ہل گیا ہوگا

جنوں کو عام کر دے دہر کو زیر و زبر کر دے
ان ہی بیباک نظروں کو ذرا بیباک تر کر دے

غلط آہنگ ساز زندگی برباد ہو جائے
جہان نغمہ قید ساز سے آزاد ہو جائے

ترا رقص جنوں دم ساز اسرافیل ہو جائے
یہ بزم غیر بزم خاص میں تبدیل ہو جائے

جنگ

نکلے دہان توپ سے بربادیوں کے راگ
باغ جہاں میں پھیل گئی دوزخوں کی آگ

کیوں ٹمٹما رہی ہے پھر پھر شمع زندگی
پھر کیوں نگار حق پہ ہیں آثار بیوگی

عفریت سیم و زر کے کلیجے میں کیوں ہے پھانس
کیوں رک رہی ہے سینہ میں تہذیب نو کے سانس

امن و امان کی نبض چھٹی جا رہی ہے کیوں
بالین زیست آج اجل گا رہی ہے کیوں

اب دلہنوں سے چھین لیا جائے گا سہاگ
اب اپنے آنسوؤں سے بجھائیں وہ دل کی آگ

بربط نواز بزم الوہی ادھر تو آ
اے داعی پیام عبودی ادھر تو آ

---o---

جہان نو

نغمے شرر فشاں ہوں اٹھا آتشیں رباب
مضراب بے خودی سے بجا ساز انقلاب
معمار عہد نو ہو ترا جلوہ بے حجاب
باطل کی گردنوں پہ چمک ذوالفقار بن

ایسا جہاں جس کا اچھوتا نظام ہو
ایسا جہاں جس کا اخوت پیام ہو
ایسا جہاں جس کی نئی صبح و شام ہو
ایسے جہان نو کا تو پروردگار بن

---o---

ساکنان فلک

یہہ ساکنان فلک درد و غم کو کیا جانیں
یہہ خاکیوں کی رہ بیش و کم کو کیا جانیں

وہ غم کو پی تو گئے انسوں کو پی نہ سکے
زمیں کے زہر کو پی کر وہ اور جی نہ سکے

فلک سے گرنے لگے ٹوٹ ٹوٹ کر تارے
زمین پہ ڈھیر ہوئے تیر آہ کے مارے

یہہ آگ اور کچھہ اوپر نکل گئی ہوتی
حریم عرش کو چھو کر نکل گئی ہوتی!

———o———

ٹوٹے ہوئے تارے

کہا ہے مجھ سے یہ ٹوٹے ہوئے ستاروں نے
فلک کی گود سے چھوٹے ہوئے ستاروں نے

نوائے درد مری کہکشاں میں ڈوب گئی
وہ چاند تاروں کے سیل رواں میں ڈوب گئی

سمن بران فلک نے شرر کو دیکھ لیا
زمین والوں کے دل کی نظر کو دیکھ لیا

وہ میری آہ کا شعلہ تھا کوئی تارہ نہ تھا
وہ خاکدان کا مسافر تھا ماہ پارہ نہ تھا

دلوں میں بیٹھ گیا تیر آرزو بن کر
فلک پہ پھیل گیا عشق کا لہو بن کر!

---o---

ستارے

جاؤ جاؤ چھپ جاو ستارو

جاؤ جاؤ تم چھپ جاؤ

رات رات بھر جاگ جاگ

کس کو گیت سنا ے

چپ چپ رہ کر جھل مل جھل مل

کس بھاشا میں گاتے ہو

جاؤ جاؤ چھپ جاؤ ستا

جاؤ جاؤ تم چھپ -

رات اندھیری کالی کالی

کس سیج دھج سے آئی ہے

میرا کیا میں سودائی
تاروں کی رسوائی ہے

جاؤ جاؤ چھپ جاؤ ستارو
جاؤ جاؤ تم چھپ جاؤ

ہم جس نگری میں رہتے ہیں
وہ نگری کیا دیکھو گے

ہم جس بستی میں بستے ہیں
وہ بستی کیا دیکھو گے

جاؤ جاؤ چھپ جاؤ ستارو
جاؤ جاؤ تم چھپ جاؤ

آپ تن آسان راج دلارے
میں وحشی طوفان بدوش

میری دنیا جدل مسلسل
آپ کی دنیا سیل خموش

جاؤ جاؤ تم چھپ جاؤ ستارو
جاؤ جاؤ ام چھپ جاؤ

جھوم جھوم کر گرج گرج کر
بادل بن کر چھاتا ہے

دھرتی کے پیاسے ہونٹوں
میں امرت رس برساتا ہے

جاؤ جاؤ چھپ جاؤ ستارو

جاؤ جاؤ تم چھپ جاؤ

—o—

مشرق

جہل، فاقہ، بھیک، بیماری، نجاست کا مکان
زندگانی حوصلہ عقل و فراست کا مسان

وہم زائیدہ خداؤں کا روایت کا غلام
پرورش پاتا رہا ہے جس میں صدیوں کا جذام

کٹ چکے ہیں دست و بازو جسکے اس مشرق کو دیکھ
رک رہی ہے سانس سینے میں مریض دق کو دیکھ

ایک ننگی نعش بے گور و کفن ٹھٹھری ہوئی
مغربی چیلوں کا لقمہ خون میں لتھڑی ہوئی

ایک قبرستان جس میں نوحہ خوان کوئی نہیں
ایک بھٹکتی روح ہے جس کا مکان کوئی نہیں

پیکر ماضی کا اک بے رنگ اور بے روح خول
ایک مرگ بے قیامت ایک بے آواز ڈھول

اس زمین موت پرورده کو ڈھایا جائے گا۔
اک نئی دنیا نیا آدم بنایا جائے گا۔!

——o——

دھوان

جنتین خاک پہ جس رات اتر آئی تہین
بدلیان رحمت یزدان کی جہان چھائی تہین

عشرت و عیش کی جس جگہ فراوانی تہی
جس جگہ جلوہ فگن روح جہانبانی تہی

ہان وہین میرے دل زار نے یہہ بھی دیکھا
ہان مری چشم گنہ گار نے یہہ بھی دیکھا

خون دہقان مین امارت کے سفینے تہے روان
ہر طرف عدل کی جلتی ہوئی میت کا دھوان

———o———

حویلی

ایک بوسیدہ حویلی یعنی فرسودہ سماج
لے رہی ہے نزع کے عالم میں مُردون سے خراج

اک مسلسل کرب مین ڈوبے ہوئے سب بام ودر
جس طرف دیکھو اندھیرا جس طرف دیکھو کھنڈر

مار و کژدم کا ٹھکانہ جسکی دیوارون کے چاک
اف یہہ رخنے کس قدر تاریک کتنے ہولناک

جن مین رہتے ہیں مہاجن جن مین رہتے ہین امیر
جن میں کاشی کے برہمن جن مین کعبہ کے فقیر

جس جگہ کٹتا ہے سر انصاف کا ایمان کا
روز و شب نیلام ہوتا ہے جہاں انسان کا

زیست کو درس اجل دیتی ہے جسکی بارگاہ
قہقہہ بن کر نکلتی ہے جہاں ہر ایک آہ

سیم و زر کا دیوتا جس جا کبھی سوتا نہیں
زندگی کا بھول کر جس جا گذر ہوتا نہیں

ہنس رہا ہے زندگی پر اس طرح ماضی کا حال
خندہ زن ہو جس طرح عصمت پہ قحبہ کا جمال

ایک جانب ہیں وہیں ان بے نواؤں کے گروہ
ہاں انہی بے نان و بے پوشش گداؤں کے گروہ

جن کے دل کچلے ہوئے جن کی تمنا پائمال
جھانکتا ہے جن کی آنکھوں سے جہنم کا جلال

اے خدا اے دو جہان اے وجود ہر اک دل میں ہے
دیکھ تیرے ہاتھ کا شہکار کس منزل میں ہے

جانتا ہوں مرت کا ہمساز و ہمدم کون ہے
کون ہے پروردگار بزم ماتم کون ہے

کوڑھ کے دھبے چھپا سکتا نہیں ملبوس دین
بھوک کے شعلے بجھا سکتا نہیں روح الامین

اے جوان سال جہان جان جہان زندگی
ساربان زندگی روح روان زندگی

جس کے خون گرم سے بزم چراغاں زندگی
جس کے فردوسی تنفس سے گلستاں زندگی

بجلیاں جس کی کنیزیں زلزلے جس کے سفیر
جس کا دل خیبر شکن جس کی نظر ارجن کا تیر

آ ان ہی کھنڈروں پہ آزادی کا پرچم کھول دیں!

محفل

کیا کہوں کن دلبرانِ خاص کی محفل میں ہوں
کیا بتاؤں کن نگاہوں میں ہوں کیسے دل میں ہوں

واجب و امکان کی کس حد میں ہوں میں کیا کہوں
کیسی کیسی بجلیوں کی زد میں ہوں میں کیا کہوں

کتنے لب کتنی جبینیں کتنے جلوے کتنے طور
کتنی صبحوں کا اجالا کتنے نغموں کا سرور

کتنی نو آغاز کلیاں کتنے خوشبودار پھول
میری ٹھنڈی سانس پر ہوتے ہیں رنجور و ملول

کتنے سنگین دل ہیں جو میرے نشہ میں چور ہیں
کتنی راتیں ہیں کہ میرے نام سے مشہور ہیں

کیا کہوں کن مہوشوں کن دلبروں کا ساتھ ہے

کیسے کیسے آتشیں پیغمبروں کا ساتھ ہے

---o---

انقلاب

اے جان نغمہ جہان سوگوار کب سے ہے
ترے لئے یہہ زمیں بے قرار کب سے ہے
ہجوم شوق سر رہگذار کب سے ہے
گذر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے

نہ تابناکئی رخ ہے نہ کاکلوں کا ہجوم
ہے ذرہ ذرہ پریشان کلی کلی مغموم
ہے کل جہان متعفن ہوائیں سب مسموم
گذر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے

رخ حیات پہ کاکل کی برہمی ہی نہیں
نگار دہر میں انداز مریمی ہی نہین
مسیح و خضر کی کہنے کو کچھہ کمی ہی نہین
گذر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے

حیات بخش ترانے اسیر ہیں کب سے
گلوئے زہرہ میں پیوست تیر ہیں کب سے
قفس میں بند ترے ہم صفیر ہیں کب سے
گذر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے

حرم کے دوش پہ عقبیٰ کا دام ہے ابتک
سروں میں دین کا سودائے خام ہے ابتک
توہمات کا آدم غلام ہے ابتک
گذر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے

ابھی دماغ پہ قحبائے سیم و زر ہے سوار
ابھی رکی ہی نہیں تیشہ زن کے خون کی دھار
شمیم عدل سے مہکیں یہ کوچہ و بازار
گذر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے

جنگ آزادی

یہہ جنگ ہے جنگ آزادی
آزادی کے پرچم کے تلے

ہم ہند کے رہنے والون کی محکومون کی مجبورون کی
آزادی کے متوالون کی دہقانون کی مزدورون کی

یہہ جنگ ہے جنگ آزادی
آزادی کے پرچم کے تلے

سارا سنسار ہمارا ہے پورب پچھم اتر دکھن
ہم افرنگی ہم امریکی ہم چینی جانباز وطن
ہم سرخ سپاہی ظلم شکن آہن پیکر فولاد بدن

یہہ جنگ ہے جنگ آزادی
آزادی کے پرچم کے تلے

وہ جنگ ہی کیا وہ امن ہی کیا دشمن جس میں تاراج نہ ہو
وہ دنیا دنیا کیا ہو گی جس دنیا میں سوراج نہ ہو
وہ آزادی آزادی کیا مزدور کا جس میں راج نہ ہو

یہہ جنگ ہے جنگ آزادی
آزادی کے پرچم کے تلے

و سورج سویرا آتا ہے آزادی کا آزادی کا

ئلنار ترانہ گاتا ہے آزادی کا آزادی کا

یکھو پرچم لہراتا ہے آزادی کا آزادی کا

یہہ جنگ ہے جنگ آزادی
آزادی کے پرچم کے تلے

م ہند کے رہنے والوں کی محکوموں کی مجبوروں کی

زادی کے متوالوں کی دہقانوں کی مزدوروں کی

یہہ جنگ ہے جنگ آزادی

آزادی کے پرچم کے تلے

———o———

[۳۱]

کہو هندستان کی جے

کہو هندوستان کی جے
کہو هندوستان کی جے

قسم هے خون سے سینچے هوۓ رنگین گلستان کی
قسم هے خون دهقان کی قسم خون شهیدان کی

یهه ممکن هے که دنیا کے سمندر خشك هو جائیں
یهه ممکن هے که دریا بهتے بهتے تهك کے سو جائیں

جلانا چهوڑ دیں دوزخ کے انگارے یهه ممکن هے
روانی ترك کردین برق کے دهارے یهه ممکن هے

زمیں ناپاك اپنی پا کیوں کو کهو نهیں سکتی
وطن کی شمع آزادی کبهی گل هو نهیں سکتی

کہو ہندوستان کی جے
کہو ہندوستان کی جے

وہ ہندی نوجوان یعنی علمبردار آزادی
وطن کا پاسبان وہ تیغ جوہردار آزادی

وہ پاکیزہ شرارہ بجلیوں نے جس کو دھویا ہے
وہ انگارہ کہ جس میں زیست نے خود کو سمویا ہے

وہ شمع زندگانی آندھیوں نے جس کو پالا ہے
اک ایسی ناؤ طوفانوں نے خود جس کو سنبھالا ہے

وہ ٹھوکر جس سے گیتی لرزہ براندام رہتی ہے
وہ دھارا جس کے سینے پر عمل کی ناؤ بہتی ہے

چھپی خاموش آہیں شور محشر بن کے نکلی ہیں
دبی چنگاریاں خورشید خاوز بن کے نکلی ہیں

بدل دی نوجوان ہند نے تقدیر زندان کی
مجاہد کی نظر سے کٹ گئی زنجیر زندان کی

کہو ہندوستان کی جے
کہو ہندوستان کی جے

———o———

مستقبل

چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے
چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے

دھڑکتے دلوں کی صدا آ رہی ہے
اندھیرے میں آواز پا آ رہی ہے
بلاتا ہے کوئی ندا آ رہی ہے

چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے
چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے

نہ سلطانی و قیصری ہے نہ زاری
نہ تخت سلیمان نہ سرمایہ داری
غریبوں کی چیخیں نہ شاہی سواری

چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے
چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے

اڑاتا ہوا پرچم زندگانی
سناتا ہوا عہد نو کی کہانی
جلو میں ظفر مندیاں شادمانی

چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے
چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے

سفینہ مساوات کا کھے رہا ہے
جوانوں سے قربانیاں لے رہا ہے
غلاموں کو آزادیاں دے رہا ہے

چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے
چلا آ رہا ہے چلا آ رہا ہے

---o---

قید

قید ہے قید کی میعاد نہیں
جور ہے جور کی فریاد نہیں، داد نہیں
رات ہے، رات کی خاموشی ہے تنہائی ہے
دور محبس کی فصیلوں سے بہت دور کہیں
سینۂ شہر کی گہرائی سے گھنٹوں کی صدا آتی ہے
چونک جاتا ہے دماغ
جھلملا جاتی ہے انفاس کی لو
جاگ اٹھتی ہے مری شمع شبستان خیال
زندگانی کی اک ایک بات وہ یاد آتی ہے

—o—

شاہراہوں میں گلی کوچوں میں انسانوں کی بھیڑ
انکے مصروف قدم
انکے ماتھے پہ تردد کے نقوش

ان کی نظروں میں غم دوش اور اندیشہ فردا کی جھلک
سینکڑوں لاکھوں عوام
سینکروں لاکھوں قدم

سینکڑوں لاکھوں دھڑکتے ہوئے انسانوں کے دل
جبر شاہی سے نہیں، جور سیاست سے نڈھال
جانے کس موڑ پہ وہ ایک دھماکا بن جائیں

—o—

سالہا سال کی افسردہ و مجبور جوانی کی امنگ
طوق و زنجیر سے لپٹی ہوئی سوجاتی ہے
کروٹیں لینے میں زنجیر کی جھنکار کا شور

خواب میں زیست کی شورش کا پتہ دیتا ہے

مجھکو غم ہے کہ میرا گنج گرانمایۂ عمر

نذرِ زندان ہوا

نذرِ آزادی زندانِ وطن کیوں نہ ہوا

DUE DATE

AC 29 '79			
	۳۳	۱۱۴۴	

۱۲–C۳۱۸

(ان)

مخدوم (انتخاب کلام
مخدوم محی الدین)

Date	No.	Date	No.